شاہ محمد جعفر پھلواروی

مسلمان کا نصب العین

نصب العین سے کیا مراد ہے؟

دنیا کا کوئی شخص کوئی کام بغیر کسی مقصد کے نہیں کرتا۔ ایک بچہ بھی جب کھلونوں سے کھیلتا ہے یا باترتیب چیزوں کو ادھر سے اُدھر رکھتا اور توڑتا پھوڑتا ہے تو اس کا کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ وہ لفظ مقصد سے ناآشنا اور اس کے معنی سے بے خبر ہوتا ہے۔ وہ اس کے تلفظ پر قدرت نہیں رکھتا لیکن تحت الشعور ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور وہی جذبہ اس کی نہ سمجھ میں آنے والی زبان میں اس کے مقصد کا ترجمان ہوتا ہے۔ اسے آپ وقت گزاری کہہ لیجئے، تکمیل خواہش سے تعبیر کر لیجئے یا اپنی خوشی پوری کر لینا قرار دے لیجئے۔ بہرکیف ایک مقصد ضرور اس کے نہاں خانۂ دل میں پنہاں ہوتا ہے۔ خواہ وہ اس کا اظہار کر سکے یا نہ کر سکے ——— اب اپنے آپ کو دیکھئے۔ آپ بھی جتنے کام کرتے ہیں، خواہ وہ حرکت ہو یا سکون، سب کا ایک مقصد ہوتا ہے اور ایک ہی مقصد پر کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مقصد کے بعد ایک اور مقصد اور پھر اس کے اندر ایک اور مقصد۔ غرض مقاصد کا ایک لگاتار سلسلہ ہوتا ہے اور کہیں جا کر آخرکار ختم ہو جاتا ہے۔ انسانی دماغ میں خواہ سردست وہ مقصد موجود نہ ہو اور وہ اسے ظاہر بھی نہ کر سکتا ہو لیکن تحت الشعور کوئی مقصد یا مقصد در مقصد ہوتا ضرور ہے۔ مثلاً آپ کسی شخص سے پوچھئے کہ "بھئی تم کھانا کیوں کھاتے ہو؟" تو وہ جواب دے گا "بھوک دور کرنے کو۔" اس کا سرسری جواب اسی قسم کا ہوگا۔ لیکن وہ بھوک کیوں دور کرتا ہے؟ ایک اندرونی اذیت سے بچنے کو یا اپنی بدنی قوت برقرار رکھنے کو۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ تندرست رہنے کو۔ تندرست رہنے کا کیا مقصد ہے؟ خوش رہنا۔ خوش کیوں رہنا چاہتا ہے؟ زندگی کے کچھ کام اچھی طرح کرنے کو۔ اچھی طرح کام کرنے کی غرض کیا ہے؟ اپنی یا اپنے خاندان یا قوم کی یا زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کی بھلائی۔ اس بھلائی کی خواہش کیوں ہے؟ اپنا فرض پورا کرنے کے لیے۔ اپنا فرض کیوں پورا کرتا ہے؟ اچھی مثال قائم کرنے یا نیک نامی پیدا کرنے یا ضمیر کی آواز کی تکمیل کرنے یا اطمینان نفس کے لیے ——— اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں آ کر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کا جواب اس مرحلے پر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں کہیں ختم ہو جائے گا۔ اور کوئی اس مرحلے سے چند قدم آگے چل کر کہیں نہ کہیں سلسلۂ سوالات کا آخری جواب اپنی انتہا کو پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ ایک بڑے سے بڑا انسان بھی ——— اگر وہ اس دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتا ہو اور اس دنیا ہی کو

دنیا کا مآل جانتا ہو ـــــــ اپنا آخری مقصد وہی کچھ بتائے گا جو اسی دنیا میں ختم ہو جاتا ہو۔ لیکن کسی "مذہب" یا "دین" سے تعلق رکھنے والا اس سے کچھ آگے بھی مقصد بتائے گا۔ اس سے صرف کھانا کھانے ہی کا نہیں (جس کا اوپر ذکر ہوا) بلکہ پوری زندگی کی تگ و دو کا مقصدِ آخریں دریافت کیجئے تو وہ اس حیاتِ دنیا کے بعد آنے والی زندگی کی بھلائی کو اپنی تمام سعی عمل کی گردشوں کا آخری محور بتائے گا۔ مثلاً وہ یوں کہے گا کہ ہماری زندگی کے تمام کاموں کا مقصد (عذاب آخرت سے) نجات، انعام الٰہی (جنت) کا حصول ہے۔ یا اس سے آگے وہ رضائے الٰہی کو اپنا مقصد آخریں بتائے گا۔

اس مثال سے اتنی بات تو واضح ہو گئی ہو گی کہ ہر کام کا کوئی نہ کوئی مقصد یا مقصد در مقصد ضرور ہوتا ہے اور وہ کہیں نہ کہیں جا کر ختم بھی ضرور ہوتا ہے۔ پس جس شخص کا مقصدِ حیات کسی جگہ جا کر ختم ہو جائے وہ آخری مقصد اس کا نصب العین ہوتا ہے۔ جس شخص کی دماغی پرواز جتنی زیادہ بلند ہو گی اسی قدر اس کا نصب العین بھی بلند ہو گا۔

مسلمان کے نصب العین کی شرطیں

اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا نصب العین کیا ہے؟ یا کیا ہونا چاہیئے۔ سو واضح رہے کہ مسلمان کا نصب العین محض آخری مقصد ہی نہیں بلکہ اس کے کچھ اور اوصاف بھی ہیں۔

(۱) اس کے بعد یا اس سے آگے کسی اور مقصد کا امکان ہی نہ ہو۔ عقل، وجدان، ایمان ہر شے وہاں جا کر ختم ہو جائے اور کوئی بلند تر مقصد تجویز ہی نہ کر سکے۔

(۲) وہ نصب العین زندگی کے کسی ایک دو جز کا نصب العین نہ ہو بلکہ پوری زندگی کی ہر حرکت و سکون کا آخری محور ہو۔

(۳) زندگی کا کوئی حرکت و سکون اس نصب العین تک پہنچنے میں کھینچ تان کر یا مقصد در مقصد ہو کر لمبا راستہ نہ طے کرے حتی الامکان براہِ راست اس نصب العین تک پہنچے۔

(۴) وحی الٰہی نے اس مقصد کو تجویز کیا ہو نہ کہ ہماری عقلی پرواز دل نے۔

(۵) وحی نے اسے مبہم الفاظ میں نہ بیان کیا ہو بلکہ صاف، واضح، جلی، اور غیر مبہم الفاظ میں اسے نصب العین قرار دیا ہو۔

(۶) اس کے سوا کوئی نصب العین بھی خواہ وہ کتنا ہی بلند ہو نقص سے خالی نہ ہو۔

(۷) وہ نصب العین محض زندگی کی تگ و دو اور گرمیٔ عمل ہی کا مرکز نہ ہو بلکہ وہی تنہا محبت، خوف، امید، توکل، طلب، عقیدت، اخلاص، پرستش نفس کی وسیع کائنات وغیرہ سب کا آخری مرکز ہو۔

(۸) اس نصب العین میں ضعف، خامی، نقص، زوال اور فنا وغیرہ کا امکان نہ ہو۔

(۹) وہ کامل اور ناقابل انقسام وحدت ہو۔

(۱۰) ناقابل تغیر و تبدیل حقیقت ہو۔

ان دس نمبروں میں جو کچھ تصریحات ہیں ان کا مرکزی مضمون ۱۔ ۲۔ ۵۔ ہے۔ باقی سب ان ہی کی تشریحیں ہیں جن کو آپ سمیٹ کر کم سے کم نمبروں میں بھی لا سکتے ہیں۔ لیکن جو حقائق ان میں بیان ہوئے ہیں ان میں کسی ایک کی تحقیق بھی نصب العین کو نصب العین نہیں رہنے دے گی۔ بہرکیف ان تمام اوصاف و شرائط کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے کہ ایک مسلمان کا نصب العین کیا ہو سکتا ہے یا کیا ہونا چاہیئے؟ لیکن اس کی نشاندہی سے پہلے بہتر ہوگا کہ ان تمام نصب العینوں کا تجزیہ بھی کر لیا جائے جو اس وقت تک ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ہم ان سب کو چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

مختلف نصب العینوں کا تجزیہ

(۱) پہلا نصب العین ہے ...... حکومت الہیہ قائم کرنا۔ اقامت دین، خلافت الہیہ کا قیام۔ صالح نظام زندگی برپا کرنا، قرآنی قانون کا نفاذ، استخلاف فی الارض وغیرہ۔ الفاظ بدلے ہوئے ہیں مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔ یہ مقاصد بڑے اعلیٰ ہیں، اس میں شک نہیں۔ لیکن ہر اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کا نصب العین ہونا لازم نہیں۔ دیکھا جائے کہ تمام شرائط اس میں پائی جاتی ہیں۔ چوتھی پانچویں شرط نہیں پائی جاتی۔ قرآن پاک میں کہیں بطور نصب العین ان باتوں کا ذکر نہیں اور نہ ان کو بحیثیت نصب العین اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اگرچہ انبیائے کرام سے واقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (دین قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ پیدا ہونے دو) کہا گیا ہے تو یہ اقیموا الصلوٰۃ (نماز قائم کرو) کی طرح ایک حکم ہے منجملہ اور احکام کے۔ اسے نصب العین نہیں کہا جا سکتا۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ولا تتفرقوا فیہ (دین میں تفرقہ نہ کرو) بھی ہمارا نصب العین ہے اور ہماری تمام مساعی حیات لا تتفرقوا فیہ کے لیے ہیں؟ کوئی حکم ربانی اور چیز ہے اور نصب العین اور شے ہے۔ یہ بنیادی حکم ایک سعی ہے جو اصل نصب العین کے حصول کا ایک لازمی طریقہ و ذریعہ یا اس طریقۂ حصول کا ایک ضروری تقاضا تو ہو سکتا ہے لیکن خود نصب العین نہیں۔ صاف لفظوں میں حکم وحی ہونا چاہیئے کہ یہ تمہارا نصب العین ہے۔ علاوہ ازیں ساتویں آٹھویں شرطیں بھی اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اس کے متعلق ہم کچھ آگے بھی عرض کریں گے۔

(۲) دوسرے لفظوں میں نصب العین یوں بیان کیا جاتا ہے کہ "تمام انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اس طرح جوہر انسانیت کی مکمل نشوونما سے اس زندگی میں سرفرازی و سربلندی حاصل کریں۔ اور آئندہ ارتقائی منازل کو بحسن و خوبی طے کرنے کے قابل ہو جائیں" ان مقاصد کے اعلیٰ ہونے میں بھی کلام نہیں۔ ان کو تین ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ ان میں نہ تو ناقابل انقسام وحدت ہے۔ نہ ان کے لیے وحی کے صاف و صریح الفاظ ہیں۔ غرض چوتھی، پانچویں، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں کوئی شرط پوری نہیں پائی جاتی۔ یہ تمام باتیں اصل نصب العین کے خوشگوار نتائج و ثمرات اور اعلیٰ انعامات و صلات تو ہو سکتے ہیں لیکن خود نصب العین نہیں۔

(۳) تیسرا نصب العین ہے نجات اخروی، حصول جنت، دوزخ سے بچنا وغیرہ۔ یہ بھی اصل نصب العین کا نتیجہ

اور انعام ہے، خود نصب العین نہیں۔ قرآن میں اسے نصب العین بتا کر نہیں پیش کیا گیا ہے اور نہ یہ ناقابلِ انقسام وحدت ہی ہے۔ اس میں بھی پہلی، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، نویں، دسویں شرطیں نہیں پائی جاتیں۔

(۴) چوتھا نصب العین ہے رضائے الٰہی، قربِ الٰہی، معرفتِ الٰہی، معیتِ الٰہی، فنائیت فی اللہ وغیرہ۔ تمام مقاصد میں اعلیٰ ترین مقاصد یہی ہوسکتے ہیں لیکن ان کا نصب العین ہونا بھی محلِ نظر ہے۔ قرآن پاک میں ان کے نصب العین ہونے کی صراحت نہیں۔ ابتغائے مرضات اللہ یا ابتغائے فضلِ الٰہی کا جہاں جہاں ذکر آیا ہے وہ اہلِ ایمان کی بہت سی صفات میں سے ایک صفت بیان کی گئی ہے، ان کا نصب العین ہونا نہیں بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص فضلِ الٰہی کا طلب گار ہو تو بھی ٹھیک ہے، رضا چاہتا ہو جب بھی درست ہے۔ قرب یا معیت کا خواہش مند ہو پھر بھی غلط نہیں۔ معرفت کا طالب ہو اس وقت بھی قابلِ ملامت نہیں۔ فنائیت کی طلب میں فنا ہو جب بھی یہ صحیح ہے۔ جب سب ہی ٹھیک ہیں۔ تو آخر نصب العین کیا ہوا؟ ایک ہی شخص یہ ساری باتیں بطور نصب العین کے بیک وقت اختیار کرسکتا ہے لیکن اس صورت میں یہ ناقابلِ انقسام وحدت نہیں رہے گی۔ اور اگر مختلف اوقات میں ان کو اختیار کرے تو غیر متبدل حقیقت نہیں باقی رہتی۔ غرض اس نصب العین میں نویں اور دسویں کے علاوہ پہلی، چوتھی اور پانچویں شرطیں بھی نہیں پائی جاتیں۔ گلاب کے پھول کی شکل، رنگت، خوشبو، خاصیت، یہ چاروں اجزا ایک دوسرے سے ناقابلِ انفکاک طور پر باہم پیوستہ ہیں لیکن سب الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ اگر ایک جز کو مقصد قرار دیا جائے تو باقی تین سے (جو ایک ہی پھول کے جداگانہ اجزا ہیں) صرفِ نظر ہو جائے گا۔ اور تمام اجزا کو مجموعی طور پر مقصد بنا لیا جائے تو یہ مجموعیت ناقابلِ انقسام وحدت نہیں رہے گی۔ اس کی مزید تشریح کچھ آگے چل کر بھی آئے گی۔

مسلمان کا نصب العین

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ سب کچھ بھی نصب العین نہیں تو آخر مسلمان کا نصب العین ہے کیا؟ نصب العین بھی ایسا ہو جو ہر نقص سے خالی ہو اور تمام شرائط کا جامع ہو۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور ایک ہی لفظ ہے "اللہ"

اس نصب العین کے صحیح ہونے کے لیے ہمیں سب سے پہلے چوتھی اور پانچویں شرط کی کسوٹی پر پرکھ کر اسے دیکھنا چاہیے۔ اگر وحی الٰہی نے اس نصب العین کو متعین کیا ہو تو باقی شرائط خود بخود اس میں لازماً پائی جائیں گی۔ اور سو فی صد سب پوری اتریں گی۔ وحی میں اسے تلاش کرنے کے لیے کسی خاص کاوش و کاہش کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام آیات جس میں لا الٰہ الا اللہ یا ما لکم من الٰہ غیرہ کو دہرایا گیا ہے وہ سب اسی حقیقت کا ایک واضح اور غیر مبہم بیان ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی نصب العین نہیں"۔

اللہ کے معانی کا تجزیہ

لفظ "اللہ" کے جو ترجمے اس وقت تک ہمارے سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) معبود۔ اس کے معنی ہیں وہ ذات جس کی عبدیت و غلامی اختیار کی جائے، پرستش سے، اطاعت سے، اور دوسرے طریقوں سے بھی۔ گویا وہ مسجود بھی ہے اور مطاع بھی۔ لیکن اللہ کا پورا مفہوم اس سے ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ معبودیت اس "مقصودِ مطلق" کی بہت سی صفات میں سے ایک صفت ہے جس کی ذیل میں چند اور صفات بھی داخل کی جاسکتی ہیں۔ اس کی مزید توضیح آگے بھی آئے گی۔

(۲) خدا۔ یہ بھی کوئی جامع ترجمہ نہیں محض ایک ناقص سا لفظی ترجمہ ہے وہ بھی اس لیے کہ فارسی میں کوئی اور لفظ نہ مل سکا۔ بعض لوگ اسے "خود آ" (یعنی از خود وجود میں آنے والا) کا مخفف بتاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے جب بھی یہ صرف ایک ہی جزئی صفت کا مظہر ہے۔

(۳) حاکم۔ یہ بھی محدود مفہوم کا حامل ہے۔ اگر لا الہ الا اللہ کا ترجمہ لا حاکم الا اللہ[1] (اللہ کے سوا کوئی حاکم و مطاع نہیں) کیا جائے تو یہ بھی اس کی بہت سی صفاتِ متقلہ میں سے صرف ایک صفت کا اقرار ہوگا یا اس میں دوسری صفات کو کھینچ تان کر داخل کرنے کا تکلف کرنا پڑے گا۔ اس میں اللہ کی محبت، عقیدت، توکل، طلب، امید وغیرہ کی براہ راست دعوت کی جھلک نہیں۔ ان کے لیے دوسرے "کلمے" یا احکام تلاش کرنے پڑیں گے۔ یہ ترجمہ اس صورت میں سو فی صد صحیح ہو سکتا تھا جب ہمارا نصب العین "حکومتِ الٰہیہ" کا قیام قرار پاتا۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں یہ نصب العین نقص سے خالی نہیں۔ لفظ اللہ میں حاکمیت کا مفہوم موجود ہونے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع اس کا ترجمہ حاکم یا مطاع ہی ہے۔ دیکھیے جس طرح لا حاکم الا اللہ کا اقرار صحیح اور ضروری ہے اسی طرح لا رحمٰن الا اللہ، لا مالک الا اللہ، لا غفار الا اللہ، لا قدوس الا اللہ غرض سارے اسمائے حسنیٰ کی نفی و اثبات کا مجموعہ بھی صحیح اور ضروری ہے۔ پھر لا حاکم الا اللہ کی کیا خصوصیت ہوئی جو وہ کلمۂ شہادت کی بنیاد بن گیا اور باقی اسمائے صفات نہ بن سکے۔ اگر "حاکمیت" کے اقرار میں سب بقیہ باتیں آجاتی ہیں تو لا مالک الا اللہ اور لا رب الا اللہ اور لا خالق الا اللہ وغیرہ میں بھی ہر کلمے کے متعلق بڑی آسانی سے یہی دعوےٰ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ کا صحیح مفہوم۔

غرض معبود، خدا اور حاکم وغیرہ بھی لفظ اللہ کا جامع مفہوم نہیں ادا کرتے کیونکہ ہر ایک ترجمہ صرف "صفات" کو واضح کرتا ہے وہ بھی چند ایک مخصوص صفات کو "ذات" کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کرتا۔ (ابھی ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کیا تعلق و نسبت ہے) ہم جہاں تک غور کر سکے ہیں وہ یہ ہے کہ لفظ اللہ کے مفہوم اور روح کو

---

(۱) یہ لفظ ہم نے ادر مفہوم میں لیا ہے ورنہ حاکم کا اصل مفہوم ہے فیصلہ کرنے والا

جو جامع لفظ زیادہ سے زیادہ ادا کر سکتا ہے وہ "نصب العین" کا لفظ ہے۔ نصب العین سے کیا مراد ہے اسے آپ شروع ہی میں پڑھ چکے ہیں۔ اور مسلمان کا نصب العین اپنے اندر کیا شرائط رکھتا ہے اسے بھی دیکھ چکے ہیں۔ اب لا الٰہ الا اللہ کا ترجمہ یوں ہوگا " اللہ کے سوا کوئی نصب العین نہیں " ما لکم من الٰہ غیرہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا " اس کے سوا سرے سے تمہارا کوئی نصب العین ہی نہیں "۔ اب ذرا اللہ کو نصب العین ماننے کے بعد تمام شرائط مذکورہ کو ایک نظر پھر دیکھ جائیے اور بتائیے کیا کوئی شرط ایسی ہے جو یہاں پوری ہونے سے رہ جائے۔

اللہ کو نصب العین ماننے کے بعد

الغرض نصب العین صرف اللہ ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہی اقرار الوہیت و الٰہیت لا الٰہ الا اللہ اور ما لکم من الٰہ غیرہ کا مطلب ہے لیکن اللہ کو نصب العین تسلیم کر لینے کے بعد لازماً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نصب العین کے حصول یا اس تک رسائی کس طرح ہو؟ وحی الٰہی کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے نصب العین کی اس واضح تعیین کے ساتھ طریقۂ حصول و رسائی بھی بیان کر دیا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی زبان سے ایک ہی متفق علیہ پیغام سنوایا ہے کہ یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ اللہ کی عبدیت و غلامی اختیار کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی نصب العین نہیں۔ یہاں ایک ہی جملے میں نصب العین اور اس کا طریقۂ حصول و رسائی دونوں ہی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

یہ عبدیت اختیار کرنے کے بعد ہی اس کے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں جن میں کفر بالطاغوت، اجتناب طاغوت، تزکیہ، اوامر و نواہی کا لحاظ، غرض سارے احکامِ الٰہی (اپنے اپنے مواقع پر) داخل ہیں۔

یہ مقتضیاتِ عبدیت امتحانات کی بھٹیاں ہیں جن سے گزرنے کے بعد کچھ خوشگوار نتائج حاصل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان ہی انعاموں اور صلوں کا وعدہ فرماتا ہے۔ استخلاف فی الارض اور اس کے ثمرات، نجات، جنت، رضا یا قرب وغیرہ سب انہی انعامات کی مختلف شکلیں ہیں۔

چار اجزا

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ نصب العین، اس کا طریقۂ حصول، اس طریقے کے تقاضے، اور ان کے انعامات و ثمرات سب کے سب الگ الگ اجزا ہیں گرچہ ایک دوسرے کے ساتھ ناقابلِ انفکاک طور پر وابستہ و پیوستہ بھی ہیں۔ لیکن ایک کو دوسرے میں خلط ملط کرنا صحیح نہیں۔ شکل، رنگت، خوشبو، اور خاصیت سب ایک ہی پھول سے وابستہ ہیں۔ لیکن شکل کو خاصیت، خاصیت کو خوشبو، خوشبو کو رنگ اور رنگ کو شکل قرار دینا صحیح نہیں۔ جڑ، تنہ، شاخیں، پتے، پھول اور پھل سب ایک ہی درخت سے وابستہ ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چیز بھی درخت نہیں کہی جائے گی۔ یہ چار موٹے موٹے اجزا ہم نے سرسری طور پر تجویز کئے ہیں۔ جن میں آپ کمی بیشی بھی کر سکتے ہیں۔ ہماری غرض تو صرف یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کا صحیح

مقام دیا جائے اور کسی مقام کے تعین میں خلط ملط نہ ہو۔

نتیجہ

حکومتِ الٰہیہ یا خلافت ارض نصب العین نہیں۔ بلکہ نصب العین کے طریقہ حصول (عبدیت) کے ہزار انعامات میں سے ایک انعام اور ایک صلہ ہے اور اسی صلے کا اللہ کی طرف سے یوں وعدہ ہے کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض النجات یا قرب و رضا وغیرہ بھی انعام یا نتیجہ و ثمرہ ہے اصل نصب العین کی عبدیت کا۔ انسان کی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر سرفرازی حاصل کرنا اور منازل ارتقا طے کرنا بھی ایک خوشگوار نتیجہ ہے نہ کہ نصب العین۔ ان تمام خوشگوار نتائج و ثمرات سے پہلے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دینا تقاضا ہے عبدیت کا نہ یہ کہ خود نصب العین ہے۔ عبدیت کا اختیار کرنا بھی ایک واحد ذریعہ و طریقہ ہے حصول نصب العین کا بذاتِ خود نصب العین نہیں

ایک آیت پر غور

اس آیت پر ذرا غور و تدبر فرمایئے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین اس آیت میں زندگی کی تمام بنیادی اور اہم حرکت و سکون کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن کس مقصد (نصب العین) کے لیے؟ للہ اللہ کے لیے۔ ان تمام گردشوں کا محور ایک ہی ہے اللہ۔ آیت میں للہ ہے۔ لاقامۃ الدین نہیں۔ لقیام الحکومۃ الالٰھیۃ بھی نہیں۔ للاستخلاف فی الارض، لتنفیذ قوانین القرآن، لطی منازل الارتقاء الانسانیۃ حتیٰ کہ للنجاۃ، اور لرضاء اللہ بھی نہیں۔ صرف للہ۔ اگر اللہ کی راہ میں یعنی فی سبیل اللہ کچھ ہوگا تو وہ عبدیت یا اس کا تقاضا ہوگا "اللہ" نہ ہوگا کیونکہ نصب العین اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ طریقہ حصولِ نصب العین یعنی عبدیت ہے یا تقاضائے عبدیت یا ثمرۂ عبدیت (یعنی صلہ و انعام عبدیت)۔ ہمارا مقصود (نصب العین) صلہ نہیں، صاحبِ صلہ یا واہبِ صلہ ہے۔ انعام ہمارا نصب العین نہیں بلکہ خود منعم ہے۔ حکومتِ اسلامیہ یا ریاستِ الٰہیہ نہیں بلکہ وہ ذات ہے جس تک رسائی کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ یا جس کے انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت (نہ کہ اس وقت) نظامِ حکومت اسلامیہ قائم کرنے کی بجائے دنیا سے کٹ کر اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کے لیے اصحاب کہف کی طرح گوشۂ انزوا اختیار کرنا ہی عین تقاضائے عبدیت ہو۔

ایک لمحۂ فکریہ

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی ——— کی زندگی ——— میں کبھی اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنے کی دعوت دی ہے اور ایمان لانے والے اسی کو نصب العین سمجھ کر ایمان لائے ہیں۔ کیا اس کا کوئی اشارہ کتاب اللہ سے ——— ورنہ سنتِ رسول اللہ سے سہی ——— سے ملتا ہے؟ پھر کیا یہ مناسب ہوگا کہ ہم ایک

ایسی حقیقت کو اپنا نصب العین قرار دیں جس کی طرف مکے کی سیزدہ[13] سالہ زندگی میں حضورؐ نے اشارہ تک نہ کیا ہو؟ اس قسم کی دعوت میں تو خدا کے نام پر خود اقتدار حکومت حاصل کرنے کی بو بھی آسکتی ہے اور اللہ کو نصب العین قرار دینے والا اتنی رمق بھی اپنے اندر باقی رکھنا پسند نہیں کر سکتا۔ نظامِ حکومتِ اسلامیہ وغیرہ تو ایک انعامِ الٰہی ہے جو خود بخود آتا ہے یہ نصب العین بنائے جانے کی چیز ہی نہیں۔

دوسرے اعلیٰ مقاصد

اسی طرح رضائے الٰہی بھی نصب العین نہیں۔ نصب العین تو صرف وہ ذات صمدانی ہے جس کی بارگاہِ صمدیت سے رضا کے پروانے تقسیم ہوتے ہیں ــــ رضا، قرب، معرفت، فنائیت، معیت وغیرہ یہ سب دراصل وہ باہم متقارب راستے ہیں جو اصل نصب العین تک چلے جاتے ہیں اور کیا عجب والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں سبلنا (راستوں) سے مراد یہی راستے ہوں۔ فٹ بال کا میچ آپ نے دیکھا ہوگا۔ ہر ٹیم کا مقصد (اس وقت کا نصب العین) یہ ہوتا ہے کہ دوسری ٹیم کو جتنے گول سے ممکن ہو شکست دی جائے۔ گول سے ہرانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فٹ بال کو جائز طریقے سے ایک معین طول و عرض کے درمیان سے گزار دیا جائے۔ عموماً اس کے لیے کِک (KICK) لگانی پڑتی ہے۔ یہ ٹھوکر (KICK) خواہ سنٹر سے ہو.... یا ونگ سے یا کارنر سے۔ کیری (CARRY) یا پشنگ (PUSHING) کرکے یا پاسنگ (PASSING) کرکے ہو، جس طرح بھی ہو فٹ بال کو متعین چوکھٹے کے اندر سے (حدود مقابلہ سے متجاوز ہوئے بغیر) گزار دیا جائے۔ یہ سب طریقے اور راستے ہیں گول کرنے کے۔ لیکن خود گول نہیں۔ گول (GOAL یا مقصد) فٹ بال کو مخصوص حلقے کے اندر سے گزار دینا ہے۔ پس اللہ کی رضا چاہی جائے یا قرب یا معیت، یا معرفت، یا فنائیت یا کچھ اور، یہ سب مختلف "اذواق" کی سُبُل (راستے) ہیں۔ مقصود نصب العین صرف وہ ذات ہے جس کا قرب یا جس کی معیت یا جس کی رضا، یا جس کا عرفان یا جس میں فنائیت مطلوب ہو (فاسلکی سبل ربک ذللا کو بھی اگر سامنے رکھ لیا جائے تو شاید لنھدینھم سبلنا کا مفہوم کچھ اور زیادہ واضح ہو سکے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

یہ سوال اکثر ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے کہ نصب العین، ذریعۂ حصول، اس کے تقاضے اور اس کے نتیجے میں کچھ ایسا زیادہ فرق نہیں۔ غرض تو سب کی ایک ہی ہے کہ نیک عمل ہوں، دنیا میں امن رہے۔ انجام اچھا ہو وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ان علمی موشگافیوں کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن کیا کیا جائے کہ اس دور میں عمل کم اور علمی موشگافیاں زیادہ ہو ہی گئی ہیں۔ بایں ہمہ نصب العین کی تعیین میں بال برابر بھی بَل آجائے تو آگے چل کر میلوں اور فرسخوں کا فرق پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہر

سمجھدار مسلمان اپنا صحیح نصب العین اگر متعین کرلے تو کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔ اچھی ہی بات ہوگی۔ اگر کوئی شخص گلاب کی شکل یا رنگت کو مقصد بنائے تو اسے گلاب کی خوشبو یا خاصیت سے کوئی بحث نہ ہوگی۔ وہ کاغذ کے پھول سے بھی وہی کام لے گا جو قدرتی گلاب سے لیا جاتا ہے کیونکہ اس کا مقصد کاغذی گلاب سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا مقصد محض بوئے گل ہو تو اسے اس کے مجموعی شکل و رنگ وغیرہ سے کوئی غرض نہ ہوگی۔ بر گملئے گل کو کھیر کر، مل کر اور تلوں میں بسانے کے لیے اس کی رنگت و شکل کو بگاڑ کر بھی اپنا مقصد پورا کرے گا۔ یونہی جس کا مقصد صرف خاصیت ہو وہ اس کا رنگ، شکل، خوشبو، سب کو ختم کر کے گلقند تیار کرے گا۔ لیکن جس کا مقصد یہ اجزا نہ ہوں بلکہ خود پھول ہو اس کے پاس پھول اپنے تمام اجزا سمیت ہوگا[1] ــــــ یہ ہے وہ فرق جو نصب العین کی تعیین کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ مثالیں عالم محسوسات میں بھی چاروں پاؤں پر نہیں چلا کرتیں چہ جائیکہ وہ دنیائے ورا را المدرکات میں۔ وہاں تو لیس کمثلہ شیئٌ کی ایسی قدغن کھڑی ہے جسے طائرِ قیاس و خیال بھی عبور نہیں کر سکتا۔ تاہم سمجھانے کے لیے کوئی محسوسات ہی کی مثال دی جاتی ہے۔ مثالوں میں یا خود نفس اظہار ما فی الضمیر میں کوئی سقم نظر آئے تو اسے خود ٹھیک کر لیجئے۔ ــــــ آج اللہ ــــــ فقط اللہ ــــــ کے سوا جن "نصب العینوں" کے چرچے ہیں ان میں بہت کچھ ہم نوائی و ہم رنگی پائی جاتی ہے۔ جس لیڈر، جس مولوی، جس مفکر، جس شاعر، جس ایڈیٹر، جس عامی سے دریافت کیجئے وہ اسلام اسلام، قرآن، قرآن، حکومت الٰہیہ، حکومت اسلامیہ، دین، دین، خلافت ربانی، قانونِ آسمانی کے الفاظ کو صفِ اوّل میں جگہ دے گا۔ مگر اس کے باوجود سب باہم دست و گریباں ہیں۔ اس کی وجوہ و اسباب ایک نہیں۔ میرا موقف یہ مقالہ لکھتے وقت ان تمام اسباب کا تجزیہ کرنا نہیں۔ اس مقالے سے جس خاص "سبب" کا تعلق ہے وہ اسی قدر ہے کہ وحدتِ اُمّت کے لیے وحدتِ خیال ضروری ہے اور وحدتِ خیال صرف وحدتِ نصب العین سے ہو سکتی ہے۔ اور نصب العین وہی ہو سکتا ہے جو خود ناقابلِ انقسام وحدت اور غیر متغیر حقیقت ہو۔ ذرائع و وسائل، تقاضے اور نتائج سب ہی اپنی شکلیں بدل سکتے ہیں اور اس تبدل و تغیر کے باوجود وسائل وسائل ہی رہیں گے، تقاضے تقاضے ہی کیے جائیں گے اور نتائج نتائج ہی ہوں گے۔ اگر ان میں سے کسی شے کو نصب العین بنا لیا گیا تو ہر تغیر ایک نیا نصب العین بن کر کچھ نئے پرستاروں کا گروہ الگ پیدا کرلے گا اور کان الناس اُمّۃ واحدۃ کا نازک آبگینہ گروہوں کے اپنے ہی تصادم سے ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ جس طرح آج تک ہوتا رہا ہے۔ لیکن نصب العین اور صحیح نصب العین ــــــ اللہ ــــــ اپنے اندر کوئی تصادم اور کوئی تغیر نہیں رکھتا۔ اس لیے اس نصب العین کے پرستاروں میں تفرق و

---

(۱) کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے: ہر کس بہ ہوائے خود دارد ز تو مقصودے ✦ اے جملہ طفیلِ تو من از تو ترا خواہم

انقسام کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس نصب العین سے بال برابر بھی نیچے اتر آیئے تو اصل مرکز سے اتنی دوری ہو جائے گی جو آگے چل کر اللہ ہی جانے کہاں سے کہاں لے جا کر ڈال دے گی۔ اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو اللہ سے آگے کوئی اور نصب العین تلاش کیا جائے جو عقلاً، وحیاً وجداناً ایمانا ہر طرح ناممکن ہے۔ یا پھر اسی کو نصب العین قرار دے کر اس سے نیچے کے تمام جزئی "نصب العینوں" کو ختم کر دیا جائے۔ جب ہم اسلام لانے والوں سے ادخلوا فی السلم کافۃ کہہ کر پورے اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں تو نصب العین کی کسی ایک دو صفت کو نصب العین قرار دے دینا کس حد تک درست ہو سکتا ہے؟

غلط فہمی کا سبب

یہ مغالطے غالباً اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ لفظ اللہ کا مفہوم کُلّی نہیں لیا گیا ہے بلکہ اپنی اپنی پسند یا پرواز کے مطابق کوئی ایک جزئی مفہوم لے کر کل کو اس میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ گویا مابعد نصب العین میں ہم جس غلطی سے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں۔ اسی غلطی کا ارتکاب بنیادی حقیقت یعنی خود نصب العین کے معاملے میں خود ہم سے ہو رہا ہے اگر ہم کسی ملازم سے کہیں کہ "ہمیں بوتل چاہیئے" تو دُور کے سننے والوں میں "میخوار" شراب کی بوتل سمجھے گا، مریض دوا کی بوتل خیال کرے گا۔ پیاسا سوڈے کی، لیمونیڈ یا شربت کی بوتل تصور کرے گا۔ سردی کا مارا گرم پانی کی بوتل یقین کرے گا۔ حالانکہ ہمارا مقصود محض خالی بوتل ہے جس کے اندر کچھ نہ ہو۔ سوچنے والے اس خالی بوتل کو جو جو کچھ بھی سمجھیں گے وہ درحقیقت اپنی اندرونی کیفیات اور تحت الشعور سے ابھرنے والے جذبات ہوں گے۔ اور ان ہی تصورات کی بنیاد پر ہر ایک اپنی اپنی پوری عمارت "تاثر" تعمیر کرے گا۔ بنیاد ہر ایک کی بوتل ہی بنے گی۔ لیکن اس بنیاد پر تعمیر ہونے والی ذہنی عمارت کہیں میخانہ ہو گی اور کہیں دواخانہ۔ کہیں ہوٹل ہو گی اور کہیں آتش خانہ۔ کیا عجب کہ لفظ اللہ کے ساتھ بھی ایسی ہی قیاسی ستم ظریفیاں ہوئی ہوں اور بڑے کُل کو کسی جزء سے پُر کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور اس پر لیبل کلیت ہی کا چسپاں کر دیا گیا ہو۔

غور طلب

مضمون بڑھتا جا رہا ہے اور ابھی کئی گوشے تشنہ رہ گئے ہیں۔ ان میں سے چند باتوں پر غور و فکر کیجئے۔ شاید لا الٰہ الا اللہ کا اور بہتر مطلب واضح ہو سکے۔

(۱) کیا واقعی اللہ کے سوا کوئی اور چیز نصب العین بن سکتی ہے جس پر "نصب العین" کی تمام شرطیں پوری اُتریں؟

(۲) کیا اللہ کا مفہوم نصب العین کے سوا کسی اور دوسرے ایسے لفظ سے واضح ہو سکتا ہے جو اس کی کلیت کو برقرار رکھے۔ اور اللہ پر پوری طرح چسپاں بھی ہو جائے؟

(۳) کیا قرآن پاک میں "محض نصب العین کی حیثیت سے" اللہ کے سوا کسی دوسرے بلند سے بلند مقصد کو پیش کیا گیا ہے ؟

(۴) کیا اللہ کو "نصب العین" اور اللہ کو "بمعنی نصب العین" تسلیم کرنے میں کوئی ایسا سُقم نظر آتا ہے جو آپ کی ذہنی پستی کا سبب ہو یا اس کے برعکس آپ کو اور بلندی کی طرف لے جاتا ہے ؟

(۵) جب تک ہمیں اللہ کا مفہوم ادا کرنے کے لیے "نصب العین" سے اور زیادہ بہتر لفظ نہ ملے اس وقت تک اسے اختیار کیے رہنے میں کیا کوئی ایسی خرابی ہے جو دوسرے ترجموں میں پیدا ہوتی ہے ؟

گلستانِ حدیث

مصنفہ محمد جعفر پھلواروی

چالیس منتخب احادیث نبوی کی تشریح جس کے ہر مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم سے ان کی مطابقت نہایت دلکش انداز سے پیش کی گئی ہے۔ اندازِ نگارش اچھوتا اور تشریحات جدید افکار و اقدار کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ کاغذ و طباعت عمدہ۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت: دو روپے آٹھ آنے

سرگزشتِ غزالی

مترجمہ محمد حنیف ندوی

امام غزالی کی "المنقذ" کا اردو ترجمہ جس میں انہوں نے اپنے فکری و نظری انقلاب کی دلچسپ داستان بیان کی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ کس طرح انہوں نے جبہ و عبا اور مسند و دستار کی زندگی چھوڑ کر گلیم و فقر کی روش اختیار کی اور تصوف کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ قیمت ۲ روپے۔

حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق

مصنفہ بشیر احمد ڈار

عہد قدیم میں چین، ایران، مصر، اور یونان کی تہذیبوں نے حیرت انگیز ترقی کرلی تھی اور یہاں کے مفکروں نے جو افکار و نظریات پیش کئے انہی کی بنیاد پر جدید افکار کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی ہے اور اس کتاب میں کون فیوشس، گوتم بدھ، زرتشت، مانی، سقراط، افلاطون، اور ارسطو جیسے عظیم مفکروں کے اخلاقی نظریات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت چھ روپے

ملنے کا پتہ:

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور